مولانا عبدالقیوم حقانی
فاضل و مدرس - دارالعلوم حقانیہ

پارچہ بافوں یعنی کپڑا بننے والے
ارباب علم وفضل کا تذکرہ

علامہ سمعانیؒ سے ایک ملاقات

کئی دنوں سے دل بے چین تھا، اور اب بے چینی اضطراب کی حد تک بڑھ رہی تھی۔ علامہ عبدالکریم سمعانیؒ سے ملاقات اور مذاکرات، مبارک مجالس اور ان کے علمی و روحانی اور تاریخی ارشادات، پُرکیف اور ایمان افروز فیوضات کب بھولنے کے تھے۔ جب یاد آئے تو شوقِ دید اور جذبِ ملاقات ساتھ لائے۔ مگر یہاں کے مشاغل کثرتِ کار، تدریسی انہماک تصنیفی ذمہ داریاں اور تبلیغی فرائض کے پیشِ نظر وقت کو قلت اور تنگ دامنی کی شکایت رہی۔ گذشتہ چار صحبتوں میں علامہ سمعانیؒ کو جس حال اور جمال میں دیکھا تھا قدرت کی بخشی ہوئی فطرت اور انفعالی طبیعت اس کا بہت کچھ اثر قبول کر چکی تھی، یارائے سخن نہیں اور نہ وسعتِ صحراء اس کی متحمل ہے۔ ورنہ دلِ ازخود رفتہ کی عاشقانہ سرمستیوں کا ایک دنیا نظارہ کرتی ؎

وسعتِ دل ہے بہت وسعتِ صحرا کم ہے
اس لئے مجھ کو تڑپنے کی تمنا کم ہے

سب کچھ ممکن نہ سہی، بہت کچھ آشکارا بھی ہو گیا ہے ؎

عشق پہ زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

ماہنامہ الحق اور بعض دیگر ملکی رسائل کے علاوہ مرکزِ علم دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ماہنامہ دارالعلوم نے بھی کوچۂ محبوب میں ہماری رسوائیوں کو دنیا کے اعماق و آفاق (گہرائیوں اور گیرائیوں) میں پھیلانے کو ایک کارِ خیر اور موجبِ سعادت سمجھا[1] حسب الیسی حالت سے ابوعبداللہ محمد بن سعید البوصیریؒ (متوفی ۶۹۶ھ) دو چار

---

[1] ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر ۱۹۸۵ء کے شماروں میں اب تک علامہ سمعانیؒ سے ملاقات کی چار قسطیں شائع ہو چکی ہیں۔

ہوئے تو ان کی چیخ نکلی اور پکار اٹھے ؎

عَدَتْکَ حَالِی وَلَا سِرِّی بِمُسْتَتِرٍ
عَنِ الْوُشَاةِ وَلَا دَائِی بِمُنْحَسِمِ

ترجمہ :- میرے حال سے تم آگاہ ہو چکے ہو اور اب تو میرا رازِ الفت پوشیدہ نہیں رہ سکے گا۔ (اور پھر خوب رسوائی ہو گی لیکن کروں تو کیا کروں) میری بیماری تو وہ بیماری ہے جس کا علاج ہی ممکن نہیں ؎

مریضِ عشق پہ رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور اب یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ اس بازار میں میں تنہا نہیں جن احباب نے گذشتہ تین چار صحبتوں کا لطف اٹھایا ہے۔ وہ بھی دل دے بیٹھے ہیں۔ ملک و بیرون ملک سے قارئین کے خطوط سے بہت سے رقیبوں کی حالت زار بھی معلوم ہو گئی ہے۔ بقول بہادر شاہ ظفر کے ؎

اک میں نہیں وصل کا خواہاں ظفر اس کے
ہیں اور بھی پھرتے اسی تدبیر میں دو تین

مگر یہاں تو سینکڑوں پیدا ہو گئے، اور کیوں نہ ہوں؟ جہاں حسن حقیقی ہو، مصنوعی آلائشوں سے پاک ہو فطرت اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ زلفیں سنوارتی ہو، جمال اور جلوۂ جاناں کا یہ عالم ہو کہ ع

چھپ کے بیٹھے بھی جو پھرے کو چھپائے نہ بنے

وہاں کون ایسا بدنصیب ہو گا جو زلف محبت کی اسارت سے جی چرائے گا ؎

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

جمادی الاولی ۱۳۸۶ھ کی گیارہویں تاریخ ہے۔ جمعرات کی مبارک ساعت ہے۔ دل بیقرار نے طویل فراق کے بعد پھر سے بحمد للہ کوئے محبوب "الانساب" میں پہنچا دیا ہے۔[1] فرط مسرت اور وفور جذبات سے لبریز دلِ آتش انگیز کیلئے وصال کی یہ گھڑی قرار کا پیغام لائی۔ مگر نگاہ اشکبار اور چشم اشک ریز نے داستانِ جدائی صدمۂ فراق اور حالِ دل اسی لمحے زبانِ حال بن کر سنا دیا ؎

نَعَمْ سَرَیٰ طَیْفُ مَنْ اَھْوٰی فَاَرَّقَنِی
وَالْحُبُّ یَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ

---

[1] کتاب الانساب ورق نمبر ۵۵۸ ، ۵۵۹

ترجمہ :- ہاں سچ ہے کہ مجھے اپنے محبوب کا خیال آگیا ہے اس لئے میری نیند اڑ گئی ہے۔ چشم اشکبار اور دل بے قرار ہو گیا ہے۔ درحقیقت محبت عیش و آرام اور لذتوں کو درد و الم سے بدل دیتی ہے۔

کچھ ایسے ہی حسرت و ارمان سے معمور اور اشتیاق دید سے بھرپور جذبات لیکر حسب معمول علامہ عبدالکریم سمعانیؒ کی مجلس علم و افادہ میں حاضر ہوا، موصوف نے حسب سابق پوری توجہ فرمائی ان کی کمال شفقت اور وفور عنایت سے غم کافور ہوا، جذبات دب گئے، شعور بیدار ہوا، جوش ہوش میں ڈھل گیا۔ اب دل کی آنکھیں بھی کھل چکی تھیں دائیں جانب نظر پڑی تو ایک بڑا کتبہ آویزاں تھا جس کی پہلی سطر پر "باب النسون والسین" تحریر تھا اس کے نیچے دو سطر چھوڑ کر چوتھی سطر پر جلی حروف میں موٹی قلم کے ساتھ "النسّاج" لکھا ہوا تھا۔

جب حجاب ختم ہوا اور مجھے مجلس سے موانست حاصل ہوگئی تو بڑے دلنواز اور مشفقانہ لہجے میں لفظ نسّاج کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہماری آج کی مجلس کے انعقاد کی غرض اور آج کی گفتگو کا موضوع لفظ نسّاج کی تحقیق اور نسّاجی کے پیشہ سے تعلق رکھنے والے ارباب علم وفضل کا تذکرہ و تبصرہ اور علوم نبوت کی میراث پانے والے نسّاجیوں کے علمی و روحانی مراتب اور ان کے دینی و ملی خدمات کا جائزہ لینا ہے۔

نسّاج عربی کا لفظ ہے، اسے نون کی زبر، سین مہملہ کی تشدید اور آخر پہ جیم کے سکون کے ساتھ نسّاج پڑھا جاتا ہے۔ نَسْجٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی کپڑا بننے کے آتے ہیں۔ عربی میں کپڑا بننے اور آراستہ کرنے والے کو نسّاج کہتے ہیں۔ علامہ سمعانیؒ نے ارشاد فرمایا :

اِشْتَہَرَ بِھٰذِہٖ النِّسْبَۃِ ۔	علماء کی ایک جماعت اسی لقب (نسّاج)
جَمَاعَۃٌ یَنْتَسِبُوْنَ اِلٰی نَسْجِ	سے مشہور ہوئی اور وہ کپڑا بننے والوں کی
الثِّیَابِ ۔ (الانساب ص ۵۵۰)	طرف منسوب ہونے لگی ۔

یہ وہ ہستی تھی کہ انہوں نے تحصیل و اشاعت علم اور تدریس و تبلیغ کے ساتھ ساتھ رزق حلال اور قوت لا یموت کیلئے کپڑا بننے اور اسکی آرائش کرنے کا کاروبار شروع کر دیا تھا۔

ائمہ وقت، محدث زمان، مفسر قرآن، شیخ وقت اور مخدوم خلائق ہونے کے باوجود انہوں نے عقیدتمندوں کے ہدایا، محبین کے تحائف اور نذرانوں پر اپنے ہاتھوں کی کمائی کو ترجیح دی۔ دولت مندی، جاہ و منصب کی طلب اور مرجع خلائق بننے کی بجائے فقر و درویشی اور خدمت و عبادت کی راہ اختیار کی اور راجع الی اللہ ہوئے علم و عمل اور بلند روحانی مقامات پر فائز ہونے کے باوجود ان کی زندگی کے کسی ایک زاویہ کسی ایک گوشہ اور کسی

ایک ادا میں بھی مشیخت و مخدومیت کی بو نہیں پائی جاتی تھی۔

جہاں علم اور خدمتِ دین کے اعلیٰ اور بلند ترین مقامات اور عظیم درجات حاصل کئے وہاں کپڑا بننے کے کاروبار میں بھی اسوۂ نبویؐ کے مطابق اپنے ہاتھوں سے رزقِ حلال کمایا اور تجارت کا پیشہ اختیار کیا، اس میں اللہ تعالیٰ نے بے انتہا خیر و برکت اور وسعت ڈالی، مگر اس کے باوجود ان کی تواضع، سادگی، جذبۂ خدمتِ دین و اشاعتِ علم میں کوئی فرق نہ آنے پایا، اپنے تلامذہ تو کجا، عام خادموں کو بھی تعظیم سے خطاب کرتے، سینکڑوں خدام، عشاق، تلامذہ اور مریدانِ باصفا موجود رہتے مگر اس کے باوجود وہ اپنے ہاتھ سے سب کام کرتے، جھاڑو دیتے، پانی بھرتے، لکڑی کاٹ کر لاتے، گارا چھتے، میٹریل تیار کرتے، اور کپڑے کا تانا بنتے، کھانا کھانے میں بھی خادموں کے ساتھ اور اگر گھر میں ہوتے تو اہلِ خانہ کے ساتھ برابر کے شریک رہتے اور کوشش کرتے کہ سب کام ان کے اپنے ہاتھوں سے انجام پائیں۔

علامہ سمعانیؒ نے کپڑا بننے والے ائمہ اور علمائے کبار کے تذکرہ میں سرِ فہرست علامہ ابو حمزہ مجمع بن سمعان النسّاج کا ذکر کیا ہے جو اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، عارف اور عالی ہمت بزرگ تھے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں علم و تقویٰ کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ وہاں ان کا دل، استغناء، قناعت، صبر و توکل اور اخلاص و للّٰہیت کے نور سے بھی معمور تھا، تانے بانے کی زندگی میں رہ کر زندگی بھر علمِ دین کی چادریں بنتے رہے، محنت و مشقت اور ریاضتِ شاقہ سے جسدِ اسلام کے حُلّے اور پیراہن تیار کرتے رہے۔ اپنے زمانہ کے نیکوکار، پرہیزگار اور عبّاد و زہّاد لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ اپنے کریمانہ اخلاق، محاسن و اوصاف، بزرگی، علم و حلم، سخاوت اور جذبۂ تبلیغ و اشاعت اور دوسرے فضائل میں بے نظیر تھے۔

آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں محدّث ابو صالح کا نام سرِ فہرست ہے۔ آپ کی علمی قدر و منزلت اور ثقاہت کیلئے یہ بات کافی ہے کہ علامہ سفیان بن عیینہ جیسے عظیم محدّث کو آپ سے شرفِ تلمذ پر ناز و افتخار ہے۔ ان کی زندگی کا اصل جوہر جس نے انہیں اپنے اقران میں ممتاز مقام بخشا اور آج انہیں امت کیلئے نجمِ ہدایت ہونے کی عظمتیں حاصل ہیں وہ یہ تھا کہ تحصیل و تدریسِ علم، خدمت و اطاعت اور ذوقِ عبادت کے ساتھ ساتھ روزمرّہ کی زندگی اور عبادات میں بھی، اتباعِ سنت، تقویٰ اور ہمیشہ عزیمت پر ان کا عمل تھا۔

ابو محمد جرثومہ بن عبداللہ نسّاج، اپنے وقت کے علماءِ را[illegible] اور اولیاءِ کاملین سے تھے، دنیا طلبی سے دل برداشتہ تھے۔ خدا طلبی کی راہ اختیار کر چکے تھے۔ دن ان کے اشاعت و خدمتِ دین کے جذبہ سے معمور اور رات ان کی یادِ خدا سے پُر نور تھی۔ زندگی بھر مخلوق کے سامنے جبیں سائی نہیں کی، صرف

اللہ کے حضور جبین نیاز جھکاتے رہتے۔ اپنے رزق حلال کی کمائی پہ خوش ہوتے۔ اسی غرض سے نسّاجی یعنی کپڑا بننے کا کام اختیار کئے ہوئے تھے۔ بصرہ کے رہنے والے ہیں تابعین سے ہیں انہیں اپنے زمانے کے علماء اور ائمہ میں بھی ممتاز مقام حاصل تھا۔ صحابہؓ میں حضرت انسؓ کی ملاقات سے مشرف ہوئے ہیں، بہت بڑے محدّث تھے علم حدیث ان کا خاص اور محبوب مشغلہ رہا۔ علماء کے نزدیک ثقہ اور معتبر ہیں۔

حضرت جرثومہ بہت بڑے متقی، کامل العلم، بزرگ ہیں ان کا ظاہر و باطن اتباع سنّت سے آراستہ اور ان کی ساری زندگی اور تمام اوقات سنن و مستحبات سے معمور ہیں۔

کپڑے کا تانا بُننا، گذر اوقات کیلئے اختیار کیا تھا، ہمیشہ فقر و فاقہ پر قانع رہے، دنیا کی بو بھی اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے۔ ان کے علمی کارنامے، علم حدیث کی خدمت و اشاعت اور اسلامی تعلیمات کی ترویج میں ان کی ریاضت و استقامت، تعلیم و تدریس اور دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں کیلئے قابل رشک ہے۔

آپ کے اساتذہ میں امام حسن بصری، علامہ ثابت بکری، اور علامہ عبداللہ مزنی زیادہ مشہور ہیں جن سے آپ نے علم حدیث کی تحصیل اور تکمیل کی ہے۔ آپ کے تلامذہ میں موسیٰ بن اسمٰعیل، بیوذکی، حماد بن زید، علی بن عثمان واقفی جیسے جلیل القدر محدثین، ائمہ فن کا تذکرہ ملتا ہے جو آپ کی محدثانہ عظمت اور علمی جلالتِ قدر کی کافی شہادت ہے۔

دراصل علامہ سمعانیؒ نے نسّاجیوں یعنی کپڑا بننے والوں کی اس فہرست میں جن اکابر علماء اور اسلاف امت کے نام گنوائے سب ایک سے ایک بڑھ کر تھے۔ سب مقبولان ازلی تھے جن کو فیاض ازل کی طرف سے ایسی استعداد و قابلیت اور صلاحیت نصیب ہوئی تھی کہ ان کا ہر قال، ہر حال اور زندگی کا ہر لمحہ علم و اشاعت دین کی عظمت کا آئینہ دار تھا۔ اپنے دوستوں، رفیقوں اور ہر قسم کے ماحول اور سوسائٹی میں جہاں جاتے علم دین کی عظمت اجاگر کرتے۔ ان کے وجود علوم نبوت کے چلتے پھرتے مدرسے تھے۔ جو بھی ان سے مَس ہوتا یا انہیں دیکھ لیتا۔ اس کی زندگی میں ایک نیا علمی ولولہ اور اسلامی و روحانی انقلاب آجاتا۔

آج کی مجلس میں علامہ سمعانیؒ مرج میں تھے اور طبیعت پورے نشاط پہ تھی۔ نسّاجیوں یعنی کپڑا بننے والے اکابر علماء اور ائمہ سلف کا تذکرہ کر رہے تھے۔ سامعین و ناظرین ہمہ تن گوش تھے اسلاف کی تاریخ سب کیلئے دعوت عمل تھی اور ان کا کردار زبان حال بن کر سب کو پکار رہا تھا ؎

آغشتہ ایم ہر سرِ خارے بہ خونِ دل
قانونِ باغبانیٔ صحرا نوشتہ ایم

تیسرے نمبر پہ علامہ سمعانیؒ نے امام ابوالقاسم بکر بن یحییٰ نسّاج کا تذکرہ کیا۔ علامہ ابوالقاسم نسّاج شہر

واسط کے رہنے والے تھے۔ وہیں حدیث کی روایت کرتے رہے۔ آپ کا علمی شہرہ اور محدثانہ جلالت قدر اپنے زمانہ میں مسلّم تھی، علمی تبحر، صلابت فکر، محققانہ اور شگفتہ انداز تدریس کی وجہ سے طالبان علوم نبوت کے مرجع قرار پاتے، ان کی تقریر میں غیر معمولی تاثیر اور علمی گہرائی پائی جاتی تھی، ان کا مطالعہ وسیع، نگاہ عمیق، اور ذہن کھلا ہوا تھا۔ تحصیل علم، تدریس واشاعت دین کے خارزار میں سفر کی صعوبتوں کو خندہ جبینی اور ہنس مکھ برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ نساجی یعنی کپڑا بُننے کا کاروبار کرکے اپنے ہاتھوں سے رزق حلال کمانے کے عادی ہو گئے تھے علم حدیث کی تدریس ان کا خاص موضوع اور زندگی کا محبوب ترین شغل رہا۔ ان کے تلامذۂ حدیث میں حافظ ابونعیم، احمد بن عبداللہ اور قاضی ابوالعلاء جیسے اکابر اور رجال علم کا نام سرفہرست ہے جس سے علامہ ابوالقاسم کی محدثانہ شان اور علمی قدر و منزلت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

نساجیوں کی اس فہرست میں علامہ سمعانیؒ نے علامہ ابوالحسن خیر بن عبداللہ کا چوتھے نمبر پر تذکرہ فرمایا۔ موصوف عابد، زاہد اور اولیاء کاملین میں سے تھے۔ مناقب عرفانی اور مدارج روحانی پر فائز تھے، علم و فضل اور تفقہ و سلوک میں بلند پایہ تھے۔ نساجی یعنی کپڑا بُننا رزق حلال کا ذریعہ تھا تدریس و اشاعت علم اور خدمت دین زندگی بھر کا شعار رہا۔ فقیری میں شاہی شان رکھتے تھے۔ اخلاق کے معلّم اور روحانیت کے پیکر تھے۔ "الصوفی" کے لقب سے مشہور تھے۔ ان کا محبوب مشغلہ علم دین کی خدمت و اشاعت، ذکر و فکر اور تزکیہ و تصوّف تھا۔ سُرّمن رائے کے رہنے والے تھے بغداد تشریف لائے تو پھر یہیں کے ہو کر رہے۔ آپ مدتوں اکابر علماء و مشائخ اور اپنے زمانہ کے مشہور ولی اور شیخ کامل شیخ ابوحمزہ محمد بن ابراہیم صوفی کی مجلس و معیت اور صحبت میں رہے اور ان کی خدمت و قربت کو وسیلۂ فیض سمجھا۔ یہ آپ ہی کی طلب صادق اور شیخ کامل کے فیض صحبت کی برکت تھی کہ آپ پر دنیا کا ہوش و فرزانگی کی بجائے فکر آخرت، تزکیۂ و تصوف اور اشاعت علم و تبلیغ دین کی مستی اور دیوانگی غالب رہی۔

آپ کی مجلس و صحبت اکسیر بن گئی تھی وہ دل جو معصیت کی نحوست، گناہوں کی نجاست، سوسائٹی کی بے مہری، قانون کی سنگدلی اور زندگی کی محرومیوں سے پتھر کی طرح سخت ہو گئے تھے۔ آپ کی نگاہ شفقت کی دلنوازیوں سے پگھلنے لگتے۔ آپ کی معمولی سی توجہ اور ایک نگاہ الفت، متوحش اور باغی روحوں کو خرید لیا کرتی تھی۔ مشہور صوفی اور صاحب حال بزرگ ابراہیم خواص اور ابوبکر شبلی نے بھی آپ کی صحبتیں حاصل کیں اور بہت کچھ حاصل کیا۔ علامہ عبدالکریم سمعانیؒ نے ارشاد فرمایا:

وللصوفیہ عنہ حکایات غریبۃ وامور مستظرفۃ عجیبۃ۔	حضرات صوفیہ کے ہاں آپ کے متعلق خوارق و کرامات کے عجیب و غریب اور نادر واقعات مشہور ہیں۔

موصوف کی علمی فضیلت، روحانی قدر و منزلت، بلند رتبہ اور عظمتِ مقام کیلئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کے حلقہ سے ابراہیم خواص اور شبلی جیسے نادرۂ روزگار شخصیتیں نکلی ہیں وہی خوش نصیب رہا جسے آپ کی صحبت میں چند ساعتیں حاصل ہوئیں ؎

یہ بزمِ مئے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

اس کے بعد علامہ سمعانیؒ نے ابو منصور مقرّب بن حسن نسّاج کا اجمالی تذکرہ سنایا۔ موصوف بغداد کے رہنے والے تھے، اکابر علماء اور ائمہ حدیث سے تحصیلِ علم کی سعادت حاصل کی۔ آپ کے اساتذۂ حدیث میں ابو یعلی محمد بن حسین فراء، ابو الحسن محمد بن علی اور ابو جعفر محمد بن احمد زیادہ مشہور ہیں۔ نسّاجی یعنی کپڑا بننے کے کاروبار کی وجہ سے نسّاج کے لقب سے مشہور ہوئے مقبول اور ثقہ محدث تھے طالبانِ علوم نبوت کے مرجع قرار پائے خود علامہ سمعانیؒ نے بھی اعتراف کیا ہے کہ وَحَدَّثُونَا عنہ یعنی دیگر علماء کے واسطے سے علامہ ابو منصور کی روایات ان تک پہنچی ہیں۔ نیز اکابر علماء، اربابِ علم و فضل، اساتذۂ حدیث اور مشائخ نے ان کی ثقاہت، خدمت و اشاعت علم اور ان کی دینی خدمات و مساعی کی بڑی تعریف اور توصیف کی ہے۔ بڑے پارسا، متقی پرہیزگار اور خدا رسیدہ انسان تھے۔

آپ کے صاحبزادے احمد بن مقرب نسّاج بھی اپنے والدِ نامدار کی طرح نادرۂ روزگار علمی اور روحانی شخصیت تھے۔ علامہ سمعانیؒ فرماتے ہیں:

كَانَ شَيْخاً صَالِحاً فَقِيهاً — بزرگ، صالح، باخدا عالم اور فقیہ تھے۔

نسّاجیوں یعنی کپڑا بننے کا کاروبار کرنے والے اربابِ علم و فضل کے تذکرہ کی فہرست کے آخر میں علامہ سمعانیؒ نے ابو الخطاب نصیر بن احمد قاری کا ذکر فرمایا جو قرآن کے قاری، علومِ نبوت کے حافظ اپنے وقت کے جلیل القدر محدث اور کاروباری لحاظ سے حائک اور نسّاج یعنی کپڑا بننے کا کاروبار کرنے والے تھے ان کی علمی عظمت اور محدثانہ جلالت قدر کیلئے اتنا کافی ہے کہ خود علامہ سمعانیؒ نے ان سے شرف تلمذ کو ناز و افتخار کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وسمعت منہ احادیث۔ — مجھے بھی ان سے سماع حدیث کا شرف حاصل رہا۔

مجلس اختتام کو پہنچی جو نسّاجیوں یعنی کپڑا بننے کا کاروبار کرنے والے اربابِ علم و فضل کے تذکرے و تبصرے پر مشتمل تھی جس میں عبرت و موعظت کے کئی پہلو اور نصح و خیر خواہی کے کئی عنوان اور مضامین حاصل ہوئے [illegible] نالائقی اور نااہلی کے اعتراف کے ساتھ جو کچھ بھی سمجھ میں آتا رہا اور حاصل کر کے محفوظ کیا جاسکا۔ وہی چند ٹوٹے پھوٹے جملوں